مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ [الصحيح للبخاري]

افادات:

استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(استاذ الحدیث و مفتی جامعہ دار العلوم کراچی)

تخصص فی الافتاء کے طلبہ کو چند ہدایات

از: استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(استاذ الحدیث و مفتی جامعہ دار العلوم کراچی)

[استاذِ محترم دامت برکاتہم نے بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴ جولائی ۲۰۱۹ء بروز اتوار دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی کے کانفرنس ہال میں تخصص فی الافتاء کے طلبہ کو چند ہدایات ارشاد فرمائیں، اس مجلس میں اگرچہ تخصص سالِ دوم اور سوم کے طلبہ بھی شریک تھے لیکن سالِ اول میں آنے والے جدید طلبہ بطورِ خاص مخاطب تھے۔ ساری ہدایات اس قابل تھیں کہ انھیں مستحضر رکھا جائے اور عمل میں لایا جائے، ان کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر بندے نے انھیں ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے، اللہ رب العزت عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وضاحت: استاذ محترم دامت برکاتہم کی تقریر ضبط کرتے ہوئے بعض مفید حواشی کے اضافے کے ساتھ ساتھ بندے نے تحریری طور پر ربط قائم کرنے کے لیے بعض مقامات پر اپنی طرف سے بین القوسین [()] بعض وضاحتی جملے درج کیے ہیں، وہ استاذ محترم کے الفاظ نہیں ہیں۔ نیز استاذِ محترم ان ہدایات پر از خود نظرِ ثانی بھی فرما چکے ہیں۔]

ضبط وترتیب: محمود اشرف سرگودھوی
(متعلم: تخصص فی الافتاء سال اول، جامعہ دار العلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلوۃ والسلام علی سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد، وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، أمّا بعد:

تمہید

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم اور جناب مولانا محمد یعقوب صاحب زید مجدہم نے مجھ سے فرمایا کہ جو نئے ساتھی تخصص فی الِافتاء (سال اول) میں داخل ہوئے ہیں انہیں کچھ ابتدائی باتیں بتادی جائیں تو بہتر ہے، اس سے پہلے حضرت نائب صدر صاحب دامت برکاتہم یہ باتیں ابتداء میں بتادیا کرتے تھے لیکن حضرت کی مصروفیت کچھ زیادہ ہے، ابھی حال ہی میں سفر سے واپس آئے ہیں، اس

لیے نئے طلبہ کی ان سے ملاقات میں شاید کچھ وقت لگ جائے تو میں نے سوچا، حضرت اگرچہ بڑے ہیں لیکن میں بھی طالب علم ہوں اور آپ بھی طالب علم، میں بھی اسی دار الافتاء اور تخصص فی الافتاء سے وابستہ ہوں اور آپ بھی اسی شعبہ سے منسلک ہو چکے ہیں، لہذا بحیثیت سینئر طالب علم کے، میں آپ حضرات کی خدمت میں چند گزارشات پیش کر دوں۔

تخصص فی الافتاء کے طلبہ کا انتخاب ایک مشکل مرحلہ ہے

آپ یہاں آئے ہیں اور ماشاء اللہ آپ حضرات کا داخلہ مکمل ہو چکا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ داخلے کے امیدوار 120 سے کچھ زیادہ تھے، اب ان میں سے کن طلبہ کو رکھیں اور کن سے معذرت کریں، ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ لینا بھی مشکل ہوتا ہے اور انکار کرنا بھی مشکل، جبکہ آپ سب جانتے ہیں کہ آج کل دباؤ بھی بہت ہوتے ہیں، کچھ سیاسی دباؤ، کچھ بزرگوں کے دباؤ اور کچھ طالب علموں کے دباؤ، پھر خوشامد اور دیگر بہت کچھ اس کے علاوہ ہوتا ہے۔ دباؤ کے ان مختلف طریقوں سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، لیکن چونکہ الحمد للہ ہم دار الافتاء سے وابستہ ہیں اور یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی شخص دباؤ ڈال کے، خوشامد کر کے ہم سے کسی قسم کا کوئی غلط فتویٰ ان شاء اللہ تعالیٰ جاری نہیں کروا سکے گا، اسی طرح داخلے کے تمام امور میں بھی ہم نے اس اصول کی رعایت رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب، مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب اور میں نے بھی ان حضرات کے ساتھ شریک ہو کر بہت کوشش کے بعد چند ساتھی منتخب کیے ہیں، یہ انتخاب اس مرتبہ معمول کی تعداد سے کچھ زیادہ ہی ہو گیا اور ایسا مجبوراً کیا گیا، کیونکہ 120 سے زیادہ ساتھی امتحان میں شریک ہوئے تھے، ہر شریک کی یہ خواہش تھی کہ مجھے داخلہ مل جائے لیکن ظاہر ہے کہ سب کو داخلہ دینا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔

تخصص فی الافتاء میں محدود داخلہ دینے کی وجہ

درجہ دورۂ حدیث میں تو ہم کثرت سے داخلہ دے سکتے ہیں کیونکہ وہاں تو صرف تقریر کرنی ہوتی ہے، درس دینا ہوتا ہے، اس کے بعد طلبہ کیا کرتے ہیں وہ جانیں اور ان کا خدا جانے، ان کا معاملہ آسان ہے لیکن یہ جو تخصص فی الافتاء ہے اس میں باقاعدہ کوئی درس نہیں ہوتا، اگر درس ہو گا بھی تو وہ برائے نام ہو گا، تھوڑا بہت سمجھانے کے لیے ہو گا کیونکہ تخصص فی الافتاء میں سارا کام مطالعے کا، سمجھنے کا اور محنت کا ہے۔

اس کے علاوہ تخصص میں سمجھنے سمجھانے اور عملی تربیت کا بھی بہت کام ہوتا ہے، ساتھی ہمارے پاس فتوی لکھ کر لاتے ہیں، ہمیں ان کی تصدیق کرنا ہوتی ہے، بلکہ تصدیق سے پہلے تصحیح کرنا اور ان غلطیوں کو دور کرنا ہوتا ہے جو فتوے میں عموماً کی جاتی ہیں۔

الغرض تخصص فی الافتاء میں ایک ایک ساتھی پر انفرادی محنت ضروری ہوتی ہے، اس کے برعکس دورے میں چونکہ شرکاء بہت زیادہ ہوتے ہیں، تو ان سے علیحدہ علیحدہ ہمارا کوئی خاص واسطہ نہیں پڑتا لیکن تخصص فی الافتاء کے ہر طالب علم سے الگ الگ ملنا، اس کے اخلاق، کردار اور اس کے طور و انداز کو دیکھنا ہوتا ہے اور پھر وہ جو فتوی لکھ کر لا رہا ہے اسے دیکھنا کہ وہ کس انداز سے لکھ رہا ہے؟، کیا لکھ رہا ہے؟، اس کی ذہنیت کیا ہے؟، تو چونکہ تخصص کے طلبہ کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہمیں ان سب مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اس لیے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ کم سے کم طلبہ کا انتخاب کریں بلکہ شروع میں تو ہم صرف دس طلبہ کو داخلہ دیتے تھے لیکن پھر امیدواروں کی کثرت اور دیگر بعض وجوہات کی بنا پر یہ تعداد بڑھتی گئی بلکہ اس سال تو ہم نے گزشتہ سالوں کے برعکس ایک بڑی جماعت کا انتخاب کیا ہے۔ بس اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے تو ہمیں آپ کے شر ورسے محفوظ رکھے اور پھر آپ کو بھی ہمارے شر ورسے محفوظ رکھے اور ہم سب کو حق پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

تخصص فی الافتاء میں داخلے کے وقت اکابر کی نصیحت

جب ۱۹۷۲ء میں تخصص فی الافتاء کے لیے جامعہ دارالعلوم کراچی میں میرا داخلہ ہوا تو اس وقت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ یہاں کے بڑے مفتی تھے اور ان کے ساتھ تین حضرات تھے، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مد ظلہم، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم اور حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تو گویا یہ چار حضرات یعنی حضرت بڑے مفتی صاحبؒ، دونوں میرے چچا اور حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ ہمارے نگران تھے۔

ان حضرات نے ہمیں شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ بھائی! تم جو تخصص میں داخل ہوئے ہو تو (اب یاد رکھو کہ) یہاں جو حاضری کا وقت ہے وہ صبح فجر سے لے کر رات گئے تک ہے، صرف بیچ میں تمہیں عصر سے مغرب چھٹی ہے، اس دوران اگر کہیں جانا چاہو تو جا سکتے ہو، لیکن اس کے علاوہ تم سب نے مسلسل یہیں

رہنا ہے۔ تخصص کی حاضری کا نظم دورۂ حدیث کی طرح نہیں ہے کہ چار یا ساڑھے چار گھنٹے صبح کو، دو یا ڈھائی گھنٹے دوپہر کو، مغرب کے بعد کبھی سبق ہوا کبھی نہ ہوا اور پھر عشاء کے بعد بھی کبھی سبق ہوا کبھی نہ ہوا، اس طرح کی کوئی صورت تخصص فی الافتاء میں نہیں ہے بلکہ (خوب جان لو کہ) یہاں اگر آپ نے علم حاصل کرنا ہے اور داخلہ اپنا بحال رکھنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ آپ بھی اسی نصیحت پر عمل کریں جو ہمارے اکابر نے ہمیں کی تھی کہ اب صبح سے رات گئے تک آپ کو تخصص کی درسگاہ ہی میں رہنا ہے اور دارالافتاء کا جو کام آپ کے سپرد کیا جائے وہی کرنا ہے، ہاں! عصر سے مغرب چھٹی ہے اس دورانیے میں اپنے تمام ضروری کام نمٹا لیں۔ اب ہم بھی آپ کو وہی نصیحت کرتے ہیں جو ہمارے اکابر نے ہمیں کی تھی، بصورتِ دیگر آپ کے لیے سخت مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔

دارالافتاء میں کسی سے امتیازی سلوک نہیں رکھا جاتا

چونکہ یہ دارالافتاء ہے تو اس لیے ہماری کوشش یہ ہوگی کہ یہاں نہ خوشامد چلے، نہ رشوت چلے، نہ یہاں ہم کسی کے امیر ہونے کو دیکھیں، نہ کسی کے غریب ہونے کو دیکھیں، بلکہ ہم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرنے والے ہوں کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا [سورۃ النساء: آیت ۱۳۵]

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جارہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو۔ اور اگر تم توڑ مروڑ کرو گے (یعنی غلط گواہی دو گے) یا (سچی گواہی دینے سے) پہلو بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

لہذا میں صاف صاف آپ حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی خوشامد کی بنا پر، تعلقات کی بنا پر، مالداری کی بنیاد پر یا صاحبزادگی کی بنیاد پر یا کسی بھی بنیاد پر آپ کا داخلہ یہاں مسلسل جاری نہیں رہ سکتا بلکہ ہم سال کے اخیر میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کن طلبہ کو آئندہ سال رکھنا ہے اور کن سے معذرت کرنی ہے، چنانچہ ہر سال ایک دو کا ہمیں اخراج کرنا ہی پڑتا ہے۔

منصبِ افتاء کی نزاکت

(یہ جو ہم اس قدر اہمیت کے ساتھ طلبۂ تخصص کی نگرانی کرتے ہیں) وجہ اس کی یہ ہے کہ مفتی کا منصب، عالم کے منصب سے آگے کا منصب ہے۔ عالم تو عالمِ دین ہوتا ہے لیکن مفتی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو آگے نقل کرنے والا ہوتا ہے، اسی لیے فتوے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ توقیعٌ من اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے حکم بیان کیا جارہا ہے اور اس پر دستخط کیے جارہے ہیں، لہذا اس میں کسی بھی قسم کی رعایت یا کسی بھی قسم کا افراط یا تفریط، یا نرمی یا سختی کچھ بھی قابل برداشت نہیں ہوتی بلکہ فتوے میں انتہائی درجے کی احتیاط کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔[1]

---

[1] وقد قال اللہ تعالیٰ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (159) [آل عمران: 159]

ترجمہ: ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔ لہذا ان کو معاف کردو، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

وفي البحر الرائق، دار الكتاب الاسلامي (287/6)

وسيأتي أنه ينبغي أن يكون المفتي كالقاضي في أوصاف الكمال... الى قوله (قوله ولا ينبغي أن يكون القاضي فظا غليظا جبارا عنيدا)؛ لأن المقصود منه وهو إيصال الحقوق إلى أهلها لا يحصل به، ... الى قوله قوله (وينبغي أن يكون موثوقا به في عفافه وعقله وصلاحه وفهمه وعلمه بالسنة والآثار ووجوه الفقه) ويكون شديدا من غير عنف لينا من غير ضعف...

صرف دینداری کافی نہیں

اور مفتی ہونے کے لیے صرف دیندار ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اسے قرآن و حدیث کی سمجھ ہے یا نہیں؟، علمِ کلام اور فقہ کی عبارات سمجھتا ہے یا نہیں؟، مشائخ تصوّف کی عبارات کا محمل جانتا ہے یا نہیں؟، پھر اس کا بھی جائزہ لینا پڑتا ہے کہ یہ آدمی کہیں باہر جا کر فتوے کو بیچے گا تو نہیں؟۔ اگر ہمیں کسی طالب علم کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پڑھے گا پھر آگے جا کر فتووں کو مارکیٹ میں بیچے گا، تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح جلدی سے جلدی اس شخص سے اپنی جان چھڑائیں۔ اسی طرح اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ آدمی دباؤ کا شکار ہو جائے گا یا خوشامد کا عادی ہے اور یہ خوشامد کی بناپر فیصلے کرتا اور کراتا ہے، تو ہم ہرگز اس کو مفتی بنانا نہیں چاہتے۔ اسی طرح اگر ہمیں کسی طالب علم کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی جماعت سے، کسی جمعیت سے، کسی پارٹی سے، کسی گروہ سے یا کسی خاص طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور اس نے ہر حال میں اُسی کا ساتھ دینا ہے، چاہے فتویٰ موافق ہو، چاہے خلاف ہو، ہر حال میں اُسی کے حق میں دینا ہے، یا ہمیں یہ اندازہ ہو کہ یہ کسی کا مخالف ہے اور ہر حال میں فتویٰ اس کے خلاف ہی دے گا[2]، چاہے وہ مخالف صحیح ہو یا نہ ہو' تو ہم بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ ایسے کسی بھی طالب علم کو ہرگز مفتی نہ بننے دیں۔ کیونکہ ایسا مفتی جو آگے جا کر فتوے کو مارکیٹ میں فروخت کرے، یا کسی دباؤ اور فورس کا شکار ہو کر فتوے میں تبدیلی کرنے لگے، یا خوشامد کی بنیاد پر فتوے جاری کرے، یا کسی کا پیسہ، مالداری یا غربت دیکھ کر، یا کسی کی طاقت و قوت دیکھ فتوے میں تبدیلی کو گوارا کرے، یا اپنی محبت، یا کسی عداوت کی وجہ سے فتویٰ میں تبدیلی کرنے لگے، تو ہم بالکل پسند نہیں کرتے کہ ایسا شخص مفتی بنے، بلکہ شریعت بھی ایسا مفتی بننے کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔

---

[2] وقد قال اللہ تعالیٰ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [المائدۃ: آیت ۸]

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

مفتی اپنے تعلقات میں بھی محتاط رہے

میں تو اکثر ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کو صحیح معنی میں مفتی بننا ہے تو پھر آپ کو باہر کے تمام تعلقات پر نظرِ ثانی کرنی ہو گی۔ اگر کوئی عام عالم ہے تو وہ مختلف جماعتوں میں شامل ہو سکتا ہے، مختلف میدانوں میں جا کر کام کر سکتا ہے، سیاست میں جا سکتا ہے یا اور بھی دین و شریعت کی خدمت کے جتنے میدان ہیں کسی میں بھی وہ عالم اپنی خدمات فراہم کر سکتا ہے، لیکن جو مفتی بنتا ہے اس کو بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے تاکہ وہ کسی بھی حالت میں کسی کے دباؤ میں نہ آسکے۔ اور آپ سب جانتے ہیں کہ آج حالت یہ ہے کہ کوئی آدمی اگر کسی کو چائے بھی پلاتا ہے تو پھر اس چائے کے پیسے واپس وصول کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے میں طلبہ سے ہدایا وصول کرنے میں بھی بہت احتیاط کرتا ہوں، ورنہ دورۂ حدیث کے طلبہ بہت چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے قریب ہوں، ہم سے محبت کا اظہار کریں جبکہ ہمیں بھی ان سے بہت محبت ہوتی ہے، دل بھی چاہتا ہے کہ ان کو قریب کریں لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر کسی کو قریب کریں گے تو آگے جا کر ہمارے لیے ایک امتحان کھڑا ہو جائے گا، تخصص فی الافتاء میں داخلے کے سلسلے میں ہمارے لیے مشکل پیدا ہو جائے گی، اسی لیے ہم دورۂ حدیث کی درسگاہ میں ہوتے ہوئے بھی کوشش کرتے ہیں کہ بس پڑھانے آئیں اور پڑھا کر چلے جائیں۔ حتی الامکان طلبہ سے ہمارا رابطہ کم رہے تاکہ آئندہ کسی بھی معاملے میں ہمارے اوپر کوئی دباؤ نہ آنے پائے۔ اسی طریقے سے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ باہر کے جو مختلف ادارے ہیں وہاں ہم نہ جائیں، ان کی دعوتوں پر، ان کے ہوٹلوں پر نہ جائیں اور ان کے جہازوں پر سفر نہ کریں کیونکہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ آج کل جو کوئی بھی پیسہ خرچ کرتا ہے مفت میں نہیں کرتا بلکہ ایک طرح کی تجارت کرتا ہے کہ آپ پر پہلے پیسہ خرچ کیا اور پھر کسی مناسب موقع پر اسے کیش (Cash) کر لیا۔ اسی لیے ہمیں بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے۔

مفتی اور قاضی کا معاملہ بہت نازک ہے

یہی بات میں آپ حضرات سے کہنا چاہتا ہوں اور سمجھانا چاہتا ہوں کہ (مفتی بننے کے لیے) جس تخصص میں آپ داخل ہوئے ہیں یہ عام علمِ دین سے ذرا اونچے درجے کا معاملہ ہے، کیونکہ مفتی اور قاضی کا معاملہ بہت نازک ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں قاضی کے لیے یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ عام

لوگوں کی دعوت قبول نہ کرے، ہدایا قبول نہ کرے، البتہ جو آدمی اس کو قاضی بننے سے پہلے ہدیہ جتنی مقدار میں دیتا تھا اتنی ہی مقدار میں قاضی بننے کے بعد بھی دے تو قبول کر سکتا ہے، لیکن پہلے سے زائد مقدار میں یا اس شخص کے علاوہ نئے نئے لوگوں کے ہدایا قبول کرنے سے صاف انکار کر دے کیونکہ اب یہ رشوت میں داخل ہو گا۔[3]

یہی وجہ ہے کہ ابن اللُّتبِیہ رضی اللہ عنہ (جنہیں رسول اللہ ﷺ نے عامل مقرر فرمایا تھا کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں' جب وہ اموالِ زکوٰۃ وصول کر کے حاضرِ خدمت ہوئے تاکہ مال آپ کے سپرد کریں تو انہوں نے کچھ مال الگ کر لیا اور کہا کہ: باقی سب تو مالِ زکوٰۃ ہے اور بیت المال کا ہے، لیکن یہ کچھ مال میرا ہے' جو لوگوں نے مجھے ہدیے کے طور پر دیا ہے) تو آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا:

فهلا جلستَ في بيت أبيك و أمك حتى تأتيك هديتك [4]

---

[3] **الهداية في شرح بداية المبتدي (103/3)**

قال: "ولا يقبل هدية إلا من ذي رحم محرم أو ممن جرت عادته قبل القضاء بمهاداته" لأن الأول صلة الرحم والثاني ليس للقضاء بل جرى على العادة، وفيما وراء ذلک يصير آكلا بقضائه، حتى لو كانت للقريب خصومة لا يقبل هديته، وكذا إذا زاد المهدي على المعتاد أو كانت له خصومة لأنه لأجل القضاء فيتحاماه. ولا يحضر دعوة إلا أن تكون عامة لأن الخاصة لأجل القضاء فيتهم بالإجابة، بخلاف العامة، ويدخل في هذا الجواب قريبه وهو قولهما. وعن محمد رحمه الله أنه يجيبه وإن كانت خاصة كالهدية، والخاصة مالو علم المضيف أن القاضي لا يحضرها لا يتخذها.

[4] **صحيح البخاري - نسخة طوق النجاة (ص:59)**

6979 - حدثنا عبيد بن إسماعيل حدثنا أبو أسامة عن هشام عن أبيه عن أبي حميد الساعدي قال استعمل رسول الله ﷺ رجلا على صدقات بني سليم يدعى ابن اللتبية فلما جاء حاسبه قال هذا مالكم وهذا هدية فقال رسول الله ﷺ فهلا جلست في بيت أبيک وأمک حتى تأتيک هديتک إن كنت صادقا ثم خطبنا فحمد الله وأثنى عليه ثم قال أما بعد فإني أستعمل الرجل منكم على العمل مما ولاني الله فيأتي فيقول هذا مالكم وهذا هدية أهديت لي أفلا جلس في بيت أبيه وأمه حتى تأتيه هديته والله لا يأخذ أحد منكم شيئا بغير حقه إلا لقي الله يحمله يوم القيامة فلأعرفن أحدا منكم لقي الله يحمل بعيرا له رغاء أو بقرة لها خوار أو شاة تيعر ثم رفع يده حتى رئي (ريء) بياض إبطه (إبطيه) يقول اللهم هل بلغت بصر عيني وسمع أذني.

مقصد یہ تھا کہ تم جو کہتے ہو کہ لوگوں نے تمہیں ہدیے دیے ہیں؟ ذرا تم اپنے ماں باپ کے گھر میں (بلا کسی مقام و منصب کے) بیٹھے رہتے پھر ہم دیکھتے تمہیں ہدیے کیسے ملتے! یقیناً نہ ملتے، یہ ہدیے تو تمہارے مقام و منصب کو دیکھ کر دیے جارہے ہیں۔ اسی واسطے مفتی اور قاضی حضرات کو بھی قبولِ ہدایا سے بچنے کی تاکید کی جاتی ہے تاکہ کوئی دباؤ کی صورت پیدا نہ ہو سکے۔

دارالافتاء میں مختلف امور ملحوظ رکھے جاتے ہیں

اس لیے ہم دارالافتاء میں صرف یہ نہیں دیکھتے کہ اس نے فتوی صحیح لکھا ہے یا نہیں، بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس آدمی کا انداز کیا ہے؟، کسی دباؤ میں تو نہیں آئے گا؟، کسی خوشامد میں تو مبتلا نہیں ہو گا؟، اس کا ذہن خراب تو نہیں ہے؟، ایسا خراب کہ آگے جاکر فتوے کی حدود کو پامال کرنے لگے گا، یا شریعت کے احکام کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا، تو ایسے شخص سے ہم بروقت ہاتھ جوڑ کر معذرت کر لیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے سال میں وہ آنے نہ پائے، اس کے بجائے مخلص، غیر جانبدار اور فقہ والے طالب علم آکر داخل ہوں۔

ہماری گزارش ہے کہ آپ سب بھی دارالافتاء، مفتی اور مفتی کے منصب کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اس وقت آپ کو صرف اپنے علم میں ہی اضافہ نہیں کرنا، بلکہ اپنے کردار کو بھی درست کرنا ہے۔ ہمارے ہاں آپ کی یعنی تخصص فی الافتاء کے طلبہ کی انفرادی نگرانی ہو گی، فرداً فرداً پوچھ گچھ ہو گی یہ صرف اللہ کے لیے، فتوے کی عزت اور شریعت کے احکام کو بچانے کے لیے ہو گی ورنہ ہماری نہ کسی سے دوستی ہے، نہ کوئی دشمنی ہے۔

اس سلسلے میں چند باتیں بطور خاص آپ کو ملحوظ رکھنا ہوں گی:

نمبر ایک: تخصص فی الافتاء کے پورے دورانیے میں درسگاہ میں حاضری کو یقینی بنائیں۔ عصر اور مغرب کے علاوہ کوشش کریں کہ اپنا سارا وقت دارالافتاء سے متعلق امور کی انجام دہی میں صرف کریں۔ ادھر ادھر پھر کر وقت کا ضیاع آپ کے لیے نہایت نقصان دہ ہے۔

نمبر دو: جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ علم کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی بہتری کی طرف بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ خوشامد سے، کرپشن سے ویسے تو ہر شخص کے لیے بچنا ضروری ہے

لیکن ایک عالم جو مفتی بھی ہو اس کو تو اس میں انتہائی احتیاط اور حفاظت کی ضرورت ہے، اسے چاہیے کہ وہ خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی اس سے بچائے۔

نمبر تین: یہ بات بھی خوب سمجھ لیں کہ جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں یہ علمِ فقہ ہے اور فقہ نام ہے قرآن وسنت کی سمجھ کا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ [سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۲]

ترجمہ: اور مسلمانوں کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہوں۔ لہذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لیے) نکلا کرے، تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے محنت کریں، اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) ان کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں، تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن)

معلوم ہوا کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی سی جماعت علیحدہ ہو جانی چاہیے، کیوں؟، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو ڈرائیں۔ کیا پتہ کہ ان کی کوشش کامیاب ہو جائے اور امت غلطیوں سے نکل آئے، گناہوں سے بچ جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بھی ایک چھوٹی سی جماعت کی صورت میں منتخب فرمایا ہے۔

تفقّہ فی الدین مطلوب ہے

یہ جو قرآن نے فرمایا: لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے محنت کریں) اس سے معلوم ہوا کہ "تفقّہ فی الدین" مطلوب ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ 'دین' سے کیا مراد ہے؟ دین سے مراد کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ یا پھر اجماع اور قیاس ہیں، لیکن ان میں سے بھی اجماع اور قیاس ثانوی درجے میں ہیں، اصل تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہے، یا چلیے! اجماع کو بھی ساتھ شامل کیجیے۔ تو اب "تفقّہ" کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی صحیح سمجھ آجائے، اس لیے جب آپ

تخصص فی الافتاء کر ہی رہے ہیں تو آپ کی پوری کوشش ہونی چاہیے تفقّہ فی الدین کی، یعنی آپ کو کتاب اللہ کی سمجھ آئے، سنتِ رسول اللہ کی سمجھ آئے، اجماعی مسائل کا علم ہو اور آپ قیاسِ صحیح اور قیاسِ فاسد میں فرق کر سکیں۔

تفقّہ کا حصول کیسے ہو؟

اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ آپ پہلے قرآن مجید کی تلاوت کے عادی بنیں، کیونکہ دین کی بنیاد کتاب اللہ ہے، سب سے اول درجہ اسی کو حاصل ہے۔ اگر کوئی آدمی 'فتاوی شامی' کا مطالعہ تو کرتا رہتا ہے مگر کتاب اللہ کی تلاوت اس کے معمول میں شامل نہیں ہے اور نہ ہی وہ ''**أفلا یتدبّرون القرآن**''[5] پر عمل کرتے ہوئے تدبّر فی القرآن کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ 'شامی' کے مسائل کا تو اسے پتہ چل جائے گا مگر 'تفقہ فی الدین' اس کو حاصل نہیں ہو گا۔ لہذا 'تفقہ فی الدین' کے لیے پہلی ضرورت یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کریں اور صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ تدبّر کریں۔

دوسری چیز حدیث ہے، آپ ابھی دورۂ حدیث میں کتبِ احادیث پڑھ کر آئے ہیں لیکن ظاہر ہے ایک سال حدیث پڑھ کر بیچ میں دو مہینے (تعطیلات) کا جو وقفہ آگیا ہے اس کے بعد بہت ساری چیزیں نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ حدیث کا مطالعہ بھی جاری رکھا جائے۔ اگر آپ ساری احادیث کا مطالعہ نہ کر سکیں تو سب سے بہتر 'مشکاۃ المصابیح' ہے، اس میں احادیث کا بہت خوبصورت، نہایت بہترین انتخاب ہے لہذا اس کتاب کو تو ضرور اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ خاص طور پر مشکاۃ المصابیح کے آخر میں جو 'کتاب الرقاق' ہے اس کا مطالعہ کریں تاکہ آپ فتوے کو بیچنے اور دین کے ذریعے دنیا کمانے سے محفوظ رہ سکیں۔ 'کتاب الرقاق' پڑھ کر آپ کو یہ سب باتیں ان شاءاللہ سمجھ آنے لگیں گی۔

---

[5] سورۃ النساء، آیت ۸۲

الحاصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی اصل دین ہے اور اس میں "تفقّہ' حاصل کرنا مطلوب ہے۔ اس لیے جب آپ مطالعہ کریں گے فتاوی شامی کا، ہندیہ کا یا دیگر کتابوں کا تو سب سے پہلے آپ نے ان کتب میں بیان کردہ فقہی مسائل سمجھنے ہیں، پھر یہ جاننے کی کوشش کرنی ہے کہ یہ مسائل کہاں سے مستنبط ہوئے ہیں، ان کا ماخذ کیا ہے۔ بھائی! آپ ہی بتایئے کہ یہ جو علامہ شامیؒ، علامہ کاسانیؒ یا دیگر علماءِ فقہ تھے کیا ان پر وحی آتی تھی؟ انہوں نے بھی تو یہ مسائل قرآن و سنت ہی سے لیے ہیں۔ لہذا اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں وہ کون سی آیت تھی یا کون سی سنت تھی جس سے فلاں مسئلہ مستنبط کیا گیا اور کوشش کرکے اصل ماخذ تک پہنچنا ہی اصل "تفقّہ' ہے۔

معلوم ہوا کہ "تفقّہ فی الدین' کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کا مطالعہ ہو اور اس میں تدبّر ہو، حدیث کا مطالعہ ہو اور اس سے شغف ہو۔ 'ریاض الصالحین'، 'مشکاۃ المصابیح' اور حدیث کی مختلف کتابیں آپ پڑھتے رہیں پھر اس کے ساتھ ساتھ جب آپ فقہی کتابیں، رسائل اور دیگر فقہی باتیں پڑھیں گے تو امید ہے آپ کو "تفقّہ فی الدین' حاصل ہوگا اور ایک طرح کا بیلنس (توازن) قائم ہو جائے گا۔

لہذا کتاب اللہ کی تلاوت کا اہتمام کیجیے، احادیث کا مطالعہ کیجیے اور ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ جو فقہی مسائل آپ پڑھتے ہیں ان کا ماخذ کیا ہے، بات پیچھے کہاں تک جا رہی ہے۔ شروع شروع میں تو یہ کام بہت مشکل ہوگا لیکن تین سال جب آپ یہاں رہیں گے اور مسلسل اس کی کوشش کرتے رہیں گے تو امید ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ پر تفقّہ کے دروازے کھول دیں گے، کیونکہ: **من یُّرد اللّٰہ به خیراً یُّفقِّهْه في الدّین**[6] (اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیں تو اسے دین کی سمجھ نصیب فرمادیتے ہیں)، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی خیر کا ارادہ فرمالیں اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمادیں۔

جو باتیں میں نے ابھی عرض کی ہیں ان کا حصول تبھی ممکن ہے جب ہم خود کو علمی مشاغل میں مصروف رکھیں، اپنے اخلاق و کردار کی درستی کی فکر کرتے رہیں گے اور کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماع

---

[6] صحیح البخاري، کتاب العلم، باب: من یرد اللّٰہ به خیراً.

اور کتبِ فقہیہ کے مطالعے میں اپنے آپکو مصروف رکھیں گے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ تو مشہور ہی ہے کہ:

العلمُ لایُعطیك بعضَہٗ حتی تعطیَہٗ کلّك[7]

کہ علم تھوڑا سا بھی تمہیں اپنا آپ نہیں دے گا جب تک تم اپنا سب کچھ اس کو نہ دے دو، تو جب تک آپ سب کچھ علم کو نہیں دیں گے تب تک یہ علم بھی آپ کو کچھ نہیں دے گا۔ اگر آپ چاہیں کہ ٹہل ٹہل کر آئیں' جائیں اور بغیر محنت کیے عالمِ فقیہ بن جائیں، ''تو ایں خیال است و محال است و جنوں''۔ لہذا آپ لوگ تخصص فی الافتاء کے پورے دورانیے کو انتہائی احتیاط سے گزاریں، اپنا وقت ضائع ہونے سے بچائیں اور اس میں ہر قسم کی کوتاہی سے خود کو محفوظ رکھیں۔

الحمدللہ! دین محفوظ ہے

ایک اور بات میں آپ حضرات سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ دین الحمدللہ شروع سے محفوظ چلا آرہا ہے۔ کتاب اللہ محفوظ ہے، سنت رسول اللہ محفوظ ہے، اجماع محفوظ ہے اور قیاس کے جو طریقے ہیں سب محفوظ ہیں، نیز مجتہدین کا اختلاف کن مسائل میں ہے؟، کتنا ہے؟ اور کس حد تک ہے؟، اس کی بھی تمام تفصیلات محفوظ ہیں۔ اس دین پر ۱۴۴۰ سال سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ آج آپ کسی مسئلے کے متعلق کہیں کہ جی یہ مسئلہ مجھے سمجھ آگیا، اس سے پہلے نہ یہ رسول اللہ ﷺ کو سمجھ میں آیا، نہ صحابہؓ کی سمجھ میں آیا، نہ تابعینؒ کی سمجھ میں آیا، نہ تبع تابعینؒ کی سمجھ میں آیا اور نہ ہی ائمہ اربعہؒ کی سمجھ میں آیا، اب آپ چونکہ 'چیچو کی ملیاں' سے آگئے لہذا آپ کی سمجھ میں آگیا، یہ کیسے ممکن ہے؟ ایسا تھوڑے ہی ہوتا ہے جبکہ یہ دین محفوظ چلا آرہا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس میں مسلسل کام ہوتا چلا آرہا ہے۔

ہماری تاریخ ایک درخشاں تاریخ ہے، ایک سے ایک بڑا امام ہے، ایک سے ایک مفسّر ہے، ایک سے ایک محدّث موجود ہے، جتنے بھی بڑے بڑے فقہاء، صوفیاء گزرے ہیں ان سب کے کارہائے نمایاں محفوظ ہیں لہذا جب تک آپ اپنے اسلاف کے کارناموں کو نہ پڑھ لیں، ان کو سمجھ نہ لیں اس وقت تک آپ کوئی نئی بات یا نئی رائے نہ قائم کر سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ سمجھ سکتے ہیں؛ وجہ یہ ہے کہ یہ دین جیسا کہ میں

---

[7] {قیمة الزمن} لشیخ عبدالفتاح أبو غدة رحمة اللہ علیه.

عرض کر چکا ہوں متوارث ہے، ۱۴۴۰ سال سے بلکہ ۱۴۵۳ سال سے چلا آرہا ہے، لہذا ایسا نہیں ہے کہ آج آپ بیٹھ کر کوئی ایسی نئی بات نکال لیں جس پر علماء نے کبھی کچھ سوچا ہی نہ ہو یا جس کو سمجھا ہی نہ ہو۔

فتوی تنہا ایک آدمی کی ذمہ داری نہیں

ہمارے ہاں دارالافتاء میں فتاوی کے سینکڑوں رجسٹر[8] تیار ہو چکے ہیں جن میں مسائل کا ایک انبار ہے، حضرت صدر صاحب کے اس پر دستخط ہیں، حضرت نائب صدر صاحب کے دستخط ہیں اور دیگر حضرات کے بھی دستخط موجود ہیں، کیونکہ ہمارے ہاں جو بھی فتوی جاری ہوتا ہے عموماً اس پر صرف ایک آدمی کے دستخط نہیں ہوتے بلکہ تین چار یا پانچ افراد کے دستخط ہوتے ہیں؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو بھی فتوی جاری ہو اس کی ذمہ داری صرف ایک آدمی پر نہ ہو، اس لیے کہ اگر ایک ہی ذمہ دار ہو گا تو دنیا میں بھی مواخذہ ہو سکتا ہے اور آخرت میں مواخذے کا ڈر ہے، کیونکہ تنہا آدمی سے غلطی کا زیادہ امکان ہوتا ہے، لیکن جب ایک فتوی مختلف لوگ دیکھتے ہیں، پھر اس پر تصدیقی دستخط کرتے ہیں اور اتفاق کا اظہار کرتے ہیں تو اس سے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ فتوی کسی ہوائی بنیاد پر نہیں لکھا گیا، بلکہ اس کی دلیل اور شرعی بنیاد ضرور موجود ہے، اور دستخط کرنے والے سب حضرات اس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی مت کیجیے

اس لیے (اب جبکہ آپ تخصص فی الافتاء میں داخلے کے بعد تفقّہ حاصل کرنے کا ارادہ کر ہی چکے ہیں تو) میری آپ سب حضرات سے یہی درخواست ہے کہ کسی بھی شرعی مسئلہ میں آپ بہت جلد کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے ذہن کو تھوڑا سا وسیع کر لیں اور اب تک جو آراء و تصورات ذہن میں قائم کیے ہوئے ہیں ان کو نکال کر از سرِ نو مسائل کو سمجھنے کی طرف توجہ دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے خیالات کو دین سمجھنے لگیں حالانکہ خیالات کا نام دین نہیں، بلکہ دین وہ ہے جو کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ میں بیان ہوا ہے اور کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ کی بھی وہی تفسیر و تشریح معتبر ہے جو مفسرین و محدثین، فقہاء و صوفیاء بیان کرتے چلے آئے ہیں اور ان پر تحقیقات بھی ہو چکی ہیں۔

---

(8) حضرت مولانا یعقوب صاحب زید مجدہم نے بتایا کہ فتاوی کے تقریباً دو ہزار رجسٹر تیار ہیں۔

اس لیے کوئی نئی رائے قائم کرنے میں، فتوی لکھنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جب تک کوئی مسئلہ مالہا وماعلیہا کے ساتھ آپ کے سامنے واضح نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جائے۔

ایک عجیب بات

بس جو باتیں عرض کر دی ہیں کافی ہیں، حاصل ان سب کا دو چیزیں ہیں نمبر ایک ''احتیاط'' اور نمبر دو ''محنت''، اگر آپ ان دونوں کو ملحوظِ خاطر رکھیں گے تو امید ہے تخصص فی الافتاء آپ کے لیے ضرور مفید ہوگا۔ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے مجھ سے بلکہ میرے ساتھ دیگر حضرات سے بھی ایک سے زائد مرتبہ فرمایا کہ: تدریس ہر حال میں نافع ہوتی ہے؛ کیونکہ جو بھی، جہاں بھی کوئی سبق پڑھائے گا وہ اس کے لیے نفع ہی نفع ہے لیکن یہ جو تخصص فی الافتاء ہے اگر نافع ہوتا ہے تو بہت زیادہ نافع ہوتا ہے لیکن اگر نافع نہیں ہوتا، تو بالکل بیکار ہو جاتا ہے، عجیب بات ہے۔

اسی لیے جن ساتھیوں کا تخصص فی الافتاء میں داخلہ نہیں ہوتا، میں ان سے کہتا ہوں کہ تم تدریس کرو؛ کیونکہ وہ ہر حال میں نافع ہوگی، اگر آپ کتابیں پڑھائیں گے تو آپ کو ہر حال میں فائدہ ہوگا لیکن تخصص فی الافتاء کریں گے تو کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ آپ کو فائدہ ہوگا یا نہیں ہوگا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زبردست فائدہ ہو، اتنا فائدہ ہو کہ آپ تمام علماء میں ممتاز ہو جائیں لیکن اگر آپ نے غفلت کے ساتھ وقت گزارا پھر تخصص فی الافتاء کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے اگر آپ محنت کریں گے، احتیاط سے ہر کام کریں گے، کتاب و سنت میں تدبّر کر کے تفقّہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اوقات کو سوچ سمجھ کر صرف کریں گے، تب جا کر تخصص فی الافتاء آپ کے لیے مفید ہے ورنہ بصورتِ دیگر اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ آپ ضائع ہو جائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۰/۱۱/۱۴۴۰